محمد عطا اللہ صدیقی قسط دوم

اسلام...... یا...... فکری ارتداد؟

سیکولر اور ملحد دانش بازوں کے بعض سوالات کا جائزہ

بہت سے سیکولر مصنفین نے جسٹس منیر کی اس خام خیالی کو حقیقت کا درجہ دیتے ہوئے اپنی تحریروں میں نقل کیا ہے۔ اگر وہ خلوص سے جناح کے اقوال کے متعلق ہی تحقیق فرماتے تو ان پر یہ حقیقت ضرور منکشف ہوتی کہ 'نظریۂ پاکستان' کے الفاظ خود جناح نے اپنی تقریر میں ہی ارشاد فرمائے تھے:

"It is by our own dint of arduous and sustained efforts that we can create strength and support for our people not only to achieve our freedom and independance but to be able to maintain it and live according to Islamic ideals and principal.

Pakistan not only means freedom and independance but the Muslim Ideology which has to be preserved, which has come to us as a precious gift and treasure and which we hope other will share with us." (Some recent speeches and writing of Mr. "Jinnah" published by Sh. Muhammad Ashraf, Lahore,1947, P.89)

''ہم اپنی سخت اور پیہم جدوجہد کے ذریعے سے قوت بہم پہنچا سکتے ہیں، ہم نہ صرف آزادی کے حصول کے لئے اپنے لوگوں کی معاونت کر سکتے ہیں، بلکہ انہیں ہم اس قابل بھی بنا سکتے ہیں کہ وہ اس کو قائم رکھیں اور اسلامی آدرش اور اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ پاکستان کا مطلب محض آزادی نہیں ہے، اس کا مطلب 'مسلم آئیڈیالوجی' بھی ہے جس کا تحفظ کیا جانا باقی ہے، جو ہم تک ایک قیمتی تحفے اور خزانے کے طور پر پہنچا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں دوسری (اقوام) بھی اس میں حصہ دار بن سکتی ہے۔''

ڈاکٹر عائشہ جلال پاکستانی ہیں مگر ایک طویل عرصہ سے میڈلین یونیورسٹی امریکہ میں بطورِ پروفیسر خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ پاکستانی سیاست پر ان کی کتابیں بہت مقبول ہیں۔ وہ اسلامک آئیڈیالوجی اور کلچر کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتی ہیں: ''پاکستان کی پہلی کابینہ میں وزیر تعلیم جناب فضل الرحمٰن نے اعلان کیا کہ مستقبل میں تدریسی و تعلیمی طریقہ کی بنیاد، اسلامک آئیڈیالوجی، پر رکھی جائے گی، محض یہی نہیں بلکہ فلم اور میڈیا کو بھی لوگوں کا اس نہج پر نقطہ نظر

بدلنے کے لئے استعمال میں لایا جائے گا۔''

(Ref: The State of Martial Rule, P.282)

معاشرے کو اسلامی نہج پر ڈھالنے کے لئے اس دور کی حکومت کے اقدامات کو ڈاکٹر عائشہ جلال جیسی سیکولر خاتون نے 'اسلامک سوشل انجینئرنگ' کا نام دیا ہے (صفحہ ۲۸۳) وہ مختلف مثالیں دینے کے بعد اظہارِ خیال کرتی ہیں: ''یہ تمام مثالیں آزادی کے بعد چند ابتدائی سالوں سے متعلق ہیں، یہ وہ دور تھا جب پاکستان کے قائدین ریاست کو اسلامک سوشل آرڈر (اسلامی سماجی ضابطہ) کے حتمی ضامن کی حیثیت سے قائم کرنے کے متعلق بہت فکرمند تھے'' (صفحہ ۲۸۴)۔

اسلامی ریاست کا مفہوم لیاقت علی خان کے ذہن میں کیا تھا، بقول ڈاکٹر عائشہ جلال: ''لیاقت علی خان نے اس کی تشریح یوں کی کہ ریاست محض غیر جانبدار مبصر کا کردار ادا کرنے پر قانع نہیں ہوسکتی، بلکہ یہ سماجی ڈھانچہ تشکیل دینے میں مستعدی سے اپنا کردار ادا کرے گی تاکہ پاکستان کامل طور پر 'اسلام کی لیبارٹری' بن سکے۔'' (صفحہ ۲۸۵)

مارچ ۱۹۴۹ء میں جب دستور ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد منظور کی تو اس کے بعد وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان نے جو تقریر کی وہ نظریۂ پاکستان کی تشریح کے متعلق ایک عظیم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں انہوں نے نظریۂ پاکستان کے خدوخال اور اس کے نفاذ کی حکمتِ عملی کو بے حد بلیغ انداز میں بیان کیا۔

اسی طرح جناب ابراہیم اسماعیل چندریگر نے ۱۸/اکتوبر ۱۹۵۷ء کو وزارتِ عظمیٰ کا حلف اٹھایا، اس تقریب کے دوران خطاب کرتے ہوئے انہوں نے منجملہ دیگر باتوں کے کہا:

''میری جماعت (مسلم لیگ) حکومت میں اس لئے داخل ہوئی ہے تاکہ آئیڈیالوجی آف پاکستان (نظریۂ پاکستان) کا تحفظ کر سکے جسے مخلوط انتخابات سے خطرات لاحق ہیں۔'' (Ref: "Pakistan Affairs, by Tariq Mahmood Dogar, P.178)

جنرل یحییٰ خان نے ۱۹۶۹ء میں 'لیگل فریم ورک آرڈر' متعارف کرایا، اس کے آرٹیکل ۲۰ کے الفاظ یہ ہیں:

"Islamic Ideology which is the basis for the creation of Pakistan shall preserved."

'اسلامی نظریہ، جو تخلیق پاکستان کی بنیاد ہے، کا تحفظ کیا جائے گا''

راقم الحروف کی ریسرچ کے مطابق 'پاکستان آئیڈیالوجی' کی اصطلاح سب سے پہلے پاکستان کے لفظ کے مجوز چودھری رحمت علی (مرحوم) نے ۱۹۳۴ء میں استعمال کی تھی۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں:

"The effect of Pak-Ideology on the myth of Indian unity has been devastating. It has destroyed the cult of uni-nationalism and uni-territorialism of India and creed of the multi-national and multi-territorialism of "Dinia" (South Asia) ("Pakistan-The

Father land of the Pak Nation". Ch. Rehmat Ali, P.205)

''ہندوستانی وحدت کے موہوم راز پر پاک آئیڈیالوجی کے بہت تباہ کن اثرات مرتب ہوئے۔اس نے وحدانی علاقائیت، وحدانی قومیت کے عمومی تصور کوختم کر دیااور اس کی بجائے کثیر القومیت اور کثیری علاقائیت یعنی دینیہ (جنوبی ایشیا) کے تصور کو پروان چڑھایا۔''

راقم الحروف نے معمولی کاوش کے بعد اپنی لائبریری میں موجود کتب سے 'نظریہ پاکستان' کے متعلق اس قدر حوالہ جات ڈھونڈ نکالے ہیں۔اس موضوع پر اگر صحیح معنوں میں تحقیق کی جائے، پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں ارکان کی تقاریر کے ریکارڈ کو کھنگالا جائے اور مختلف راہنماؤں کے بیانات اور حکومتی پالیسیوں کا مطالعہ کیا جائے، تو اس طرح کے سینکڑوں حوالہ جات مل سکتے ہیں۔مگر متحدہ پاکستان کے دوسرے چیف جسٹس محمد منیر کا تجاہل عارفانہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

''میں نے یہ لفظ (آئیڈیالوجی) پہلی مرتبہ اس وقت سنا جب میں ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں ہونے والے فسادات کی انکوائری کر رہا تھا اور میں نے باقاعدہ اس لفظ کو رپورٹ میں ان تین مطالبات کے حوالے سے درج کیا جو قرارداد مقاصد کی بنیاد پر احمدیوں کے خلاف کئے جا رہے تھے۔''

''اسلامی جمہوریہ'' پر اعتراض سیکولر طبقہ نے پاکستان کے 'اسلامی' تشخص کو صدقِ دل سے کبھی قبول نہیں کیا۔گذشتہ ایک دو سالوں میں پاکستان میں سیکولرزم کی حمایت میں کچھ زیادہ ہی بے باکانہ بیانات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔اصغر خان، جو سیکولر کے عشق میں بہت دور نکل گئے ہیں۔گذشتہ چند ماہ کے دوران کئی مرتبہ اپنے اخباری بیانات میں یہ مطالبہ کر چکے ہیں کہ پاکستان کے نام کے ساتھ 'اسلامی جمہوریہ' نہیں ہونا چاہیے۔سیکولر نام نہاد انسانی حقوق کمیشن کے قادیانی ڈائریکٹر آئی اے رحمٰن اپنی تحریر وتقریر میں پاکستان کے نظریاتی تشخص کے خلاف مسلسل ہرزہ سرائی میں مصروف ہیں۔سابق وفاقی وزیر اقبال حیدر جو عاصمہ جہانگیر کے ادارے 'دستک' کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے رکن بھی ہیں، فروری میں ایک سیمینار میں بے حد زوردار انداز میں، 'اسلامی جمہوریہ' کے خلاف تنقید کر چکے ہیں۔سیکولر اور اشتراکی دانش بازوں کا جہاں بھی اکٹھ ہوتا ہے وہ اس ناروا مطالبہ کو ضرور دہراتے ہیں۔پچھلے دنوں لاہور میں 'پنجابی عالمی کانفرنس' کے دوران لادین عناصر کا اجتماع ہوا۔جس میں انڈیا سے بھی کثیر تعداد میں مندوبین شریک ہوئے۔اس کانفرنس میں ڈاکٹر مبارک علی نے اشتراکی پینچ لگائی کہ:

''قیام پاکستان کی تحریک اسلامی ملک کے حصول کے لئے نہیں بلکہ سیکولر ڈیموکریٹک پاکستان کے لئے تھی۔ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہنا درست نہیں۔ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ پاکستان تھا۔نظریہ کے بارے میں سرکاری نقطہ نظر کا ازسرنو جائزہ لینا ہوگا اور برصغیر کی تقسیم کی ازسرنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سیکولر ڈیموکریٹک سسٹم ہونا چاہئے۔(''انصاف'' ۱۴ اپریل ۲۰۰۱ء)

ڈاکٹر مبارک کی مذکررۃ الصدر نا مبارک یاوہ گوئی ایک خودساختہ مورخ کی تاریخ شکن حرکت ہے۔ تاریخ کے نام پر جھک مارنے والا یہ مصنف کل تک تو ساقط الاعتبار تھا مگر آج اسے سیکولر اشترا کی حلقوں میں کافی اعتنار حاصل ہو گیا ہے۔ سبط حسن اور علی عباس جلال پوری کے بعد اشترا کی میکدے میں جو قحط الرجال کی صورت پیدا ہوئی تھی، اس میں ڈاکٹر مبارک کو بلند مقام' حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ڈاکٹر مبارک صاحب ۳۰ کے قریب کتابوں کے مصنف (یا مؤلف) ہیں، مگر ان کی تمام کتابیں تاریخ کی مارکسی تعبیر کے گرد گھومتی ہیں۔ مارکسی مؤرخین کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روشن خیال اور غیر متعصب سمجھتے ہیں، مگر ان کی تصانیف تاریخ کی مادی تعبیر اور مارکسی تعصب کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ معروضیت اور غیر جانبداری کا ان کے ہاں گزر تک نہیں ہوتا۔ ان کی تاریخ کا مقصد مارکسی پراپیگنڈہ کو آگے بڑھانا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر مبارک کتابوں کے علاوہ ایک سہ ماہی' تاریخ' بھی نکالتے ہیں، اس میں بھی وہ تاریخ کا وہی حشر کرتے ہیں جو بالعموم ان کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ دیگر جذباتی، اشترا کی مؤرخین کی طرح ڈاکٹر مبارک کا مشن بھی یہی ہے کہ وہ برصغیر پاک وہند کی تمام تاریخ کو نا قابل اعتبار ثابت کر سکے۔ اشترا کی مؤرخین قدیم تاریخ کے سرچشموں اور ذرائع کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں قدیم مؤرخین نے معروضی حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف وہ تاریخ لکھی جو استحصالی طبقے کے مفادات کی ترجمان تھی۔ وہ اس تاریخ کو' جھوٹ کا پلندہ' قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیتے ہیں اور بار بار اس ضرورت کا احساس دلاتے ہیں کہ تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کیا جائے۔ مگر اشترا کی مؤرخین نے تاریخ نویسی کے جو' روشن' اصول وضع کیے ہیں، ان کی' شاندار' جھلک ڈاکٹر مبارک کے مندرجہ بالا بیان میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر مبارک کے بیان کا تجزیہ کیا جائے تو درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر مبارک نے بے حد دھڑلے سے اپنی' دانشوری' تو جھاڑ دی ہے کہ قیام پاکستان کی تحریک سیکولر ڈیموکریٹک پاکستان کے لئے تھی مگر اس نے اپنے اس بے کار دعویٰ کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آخر موصوف نے یہ نتیجہ کہاں سے اخذ کیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر مبارک کا یہ ارشاد بھی لغو ہے کہ نظریہ پاکستان کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض سرکاری نقطہ نظر ہے۔ جس ملک کے زمانہ اول میں غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو جیسے سیکولر افراد حکومت کر چکے ہوں، وہاں کے آئین میں اگر کچھ اسلامی دفعات بھی شامل ہوگئی ہیں تو یہ محض نتیجہ ہے غیر سرکاری یعنی عوامی دباؤ کا۔ ایوب خان نے تو ۱۹۶۲ء کے آئین سے' اسلامی جمہوریہ' کا لفظ ہی نکال دیا تھا مگر پاکستان کے محب وطن اسلام پسند عوام کے دباؤ کے سامنے انہیں جھکنا پڑا۔

۳۔ ڈاکٹر مبارک کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پاکستان کی تاریخ کے اہم واقعات کے بارے میں بھی چٹا کورا ہے۔ مگر جب وہ کہتا ہے کہ ''ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ پاکستان تھا'' تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہ خانہ زاد مؤرخ تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے فن میں ید طولیٰ رکھتا ہے اور اس خوش فہمی میں مبتلا بھی ہے کہ اس کے طبع زاد جھوٹ کو عام آدمی محض اس بنا پر 'سچ' مان لے گا کیونکہ یہ صاحب 'مؤرخ' کہلاتے ہیں۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ ایوب خان سے پہلے یہ ملک 'اسلامی جمہوریہ' ہی تھا۔

۱۹۴۹ء میں جب قرارداد مقاصد منظور ہوئی، یہ ملک دستوری اعتبار سے آئینی ہوگیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں جب وزیر اعظم محمد علی کی قیادت میں پاکستان کا پہلا دستور نافذ ہوا تو اس میں بھی 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' ہی درج تھا۔ ۱۹۶۲ء میں جب ایوب خان نے اپنا وضع کردہ آئین متعارف کرایا تو اس میں سے 'اسلامی' کا لفظ حذف کر دیا جس کے خلاف شدید احتجاج ہوا۔ چند ماہ کے اندر ہی آئین کی پہلی ترمیم کے ذریعے ایوب خان کو 'اسلامی' کا لفظ دوبارہ آئین میں شامل کرنا پڑا ۔ ایوب خان کو عوامی ردعمل کا اندازہ نہیں تھا۔ اس کے بعد کسی بھی سیکولر حکمران کو پاکستان کے عوام کے جذبات سے کھیلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کس ڈھٹائی سے آج ڈاکٹر مبارک یہ بیان داغتا ہے کہ ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ تھا۔ پنجابی کانفرنس میں شریک کیا ایک بھی صاحب ضمیر 'روشن خیال' دانشور موجود نہیں تھا جو ڈاکٹر مبارک کی اس لغو حرکت کا نوٹس لیتا اور اسے اس کے جھوٹ پر متنبہ کرتا!!؟

میاں افتخار الدین کا تبصرہ آج کے سیکولر دانشور 'اسلامی جمہوریہ' کے لفظ سے خار کھاتے ہیں، مگر میاں افتخار الدین جیسے اشتراکی رہنما نے قرارداد مقاصد کی منظوری پر جو تقریر کی، وہ ملاحظہ کیجئے:

''اس قرارداد (مقاصد) پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ان کا تعلق اس بیان سے ہے کہ طاقت کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس طرح آئین کی نوعیت مذہبی ہو جاتی ہے۔ جنابِ عالی! میں کانگریس پارٹی کے ارکان کو یقین دلاتا ہوں کہ قرارداد کا ابتدائیہ اسے کسی طرح بھی مذہبی نہیں بنا دیتا۔ اس سے زیادہ مذہبی نہیں بناتا جتنے مذہبی دنیا کے جدید ملکوں کی وہ قراردادیں اور بیانات ہیں جن کا تعلق بنیادی اصولوں سے ہے۔

جناب! بہت سے ملکوں کے دساتیر کی عبارت، اگر بالکل ایسے ہی نہیں تو اس سے ملتے جلتے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ آئرلینڈ ہی وہ تنہا ملک نہیں جس کے بارے میں میں جانتا ہوں، جس کا دستور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ انہی جیسے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ برطانوی سلطنت کا قریباً ہر ملک اپنا اقتدار بادشاہ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے: ''بادشاہ کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے'' وغیرہ وغیرہ۔ اگر سلطنت برطانیہ کی رعیت یا آئرش فری اسٹیٹ کے شہری، قرارداد کے ان الفاظ سے پریشان نہیں ہوتے تو کانگریس پارٹی کے ارکان کو بھی اس سے زیادہ

پریشان نہیں ہونا چاہئے۔'' جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کے متعلق 'اسلامی' کے الفاظ کے استعمال پر گفتگو کرتے ہوئے میاں افتخار الدین نے کہا:

''اگر ہم کسی لحاظ اور جھجک کے بغیر رومن لا، برٹش پارلیمانی نظام اور ایسی ہی دوسری اصطلاحات استعمال کر سکتے ہیں تو 'اسلامی' کی اصطلاح کیوں استعمال کیوں نہیں کر سکتے؟ لیکن ہمیں دنیا کو ایک اسلامی آئین دینا ہے۔ اگر ہم نے ایک صحیح اسلامی آئین دیا ہوتا جو ایک بہترین نظریے پر مبنی اور حقیقی جمہوریت کے حصول کا ذریعہ ہوتا تو میرا خیال ہے کہ ہمیں ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیتے۔ تاہم اس موقع پر مجھے یہ کہنے کا حق ہے اور اس کے لئے میں کسی رکن کو یا اس ایوان کے کسی حصے کو الزام نہیں دوں گا بلکہ میں بھی ان میں شامل ہوں کے ہم اپنا فرض ادا نہیں کر رہے ہیں۔ ریاست کا اسلامی تصور غالباً اتنا ہی ترقی پسندانہ، اتنا ہی انقلابی، اتنا ہی جمہوری اور حرکت وعمل کے امکانات سے پر ہے جتنا کسی اور ملک کا آئین یا نظریہ ہو سکتا ہے مجھے یقین ہے کہ بانی عظیم ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس مرحلے میں بھی یہ ایوان قرارداد مقاصد کے مسودے میں ان اصولوں کو شامل کرلے گا جو حقیقی جمہوریت کو ممکن بنائیں گے۔''

آج کے ہم اشتراکی دانشوروں کو علماء سے اگر خاص بغض ہے تو وہ اپنے ہی ہم خیال بزرگ اشتراکی کی رائے کا ہی احترام کریں۔

قدرت اللہ شہاب کی گواہی　صدر ایوب خان سیکولر میلان کے مالک تو تھے لیکن اسلام سے اس قدر بیزار بھی نہ تھے۔ ان کے دور میں پاکستان میں ترقی پسندوں اور اشتراکیوں کا بہت غلغلہ تھا۔ اس زمانے میں اسلام یا مذہب کی حمایت کرنے والوں کو بائیں بازو کے دانشور سخت طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے تھے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کے قدرت اللہ شہاب مرحوم کی شہادت ریکارڈ پر لائی جائے۔ انہوں نے ''شہاب نامہ'' میں تفصیل سے لکھا ہے کہ کس طرح ایوب خان کے برسراقتدار آتے ہی سرکاری خط وکتابت میں 'اسلامی جمہوریہ' کا ذکر غائب ہوگیا اور کس طرح انہیں دوبارہ ان الفاظ کو آئین میں شامل کرنا پڑا۔ ''شہاب نامہ'' میں وہ لکھتے ہیں: ''اس نئے دور میں کام شروع کرتے ہی میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ مارشل لا نافذ ہونے کے بعد اب تک جتنے سرکاری اعلانات، قوانین اور ریگولیشن جاری ہوئے ہیں، ان میں صرف حکومت پاکستان کا حوالہ دیا ہے، حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ شاید ڈرافٹنگ میں غلطی سے ایک آدھ بار یہ فروگزاشت ہوگئی ہوگی، لیکن جب ذرا تفصیل سے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ جس تواتر سے یہ فروگزاشت دہرائی جارہی ہے وہ سہواً کم، التزاماً زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اس پر میں نے ایک مختصر سے نوٹ میں، صدر ایوب کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ اگر وہ اجازت دیں تو وزارت قانون اور مارشل لا ہیڈ کوارٹر کی توجہ اس صورت حال کی طرف دلائی جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ جاری شدہ تمام اعلانات اور قوانین کی تصحیح کی جائے اور آئندہ کے لئے اس

غلطی کو نہ دہرایا جائے۔ صدر ایوب صاحب کا قاعدہ تھا کہ وہ فائلیں اور دوسرے کاغذات روز کے روز نپٹا کر میرے پاس واپس بھیج دیا کرتے تھے لیکن معمول کے برعکس یہ نوٹ کئی روز تک میرے پاس نہ آیا۔ ۵/نومبر کی شام کو میں اپنے دفتر میں بیٹھا دیر تک کام کر رہا تھا۔ باہر ٹیرس پر صدر ایوب اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کسی معاملے پر گرما گرم بحث کر رہے تھے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب سب لوگ چلے گئے تو صدر میرے نوٹ کا پرچہ ہاتھ میں لئے میرے کمرے میں آئے۔ وہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھے۔ آتے ہی انہوں نے میرا نوٹ میرے حوالے کیا اور کہا: ''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ڈرافٹنگ میں کسی نے کوئی غلطی نہیں کی بلکہ ہم نے سوچ سمجھ کر یہی طے کیا کہ اسلامک ری پبلک آف پاکستان سے 'اسلامک' کا لفظ نکال دیا جائے''۔ ''یہ فیصلہ ہو چکا ہے یا ابھی کرنا ہے؟'' میں نے پوچھا۔ صدر ایوب نے کس قدر غصے سے مجھے گھورا اور سخت لہجے میں کہا: ''ہاں، ہاں فیصلہ ہو گیا ہے۔ کل صبح پہلی چیز مجھے اس پریس ریلیز کا ڈرافٹ ملنا چاہئے اور اس میں دیر نہ ہو'' شائد وہ خدا حافظ کہے بغیر ہی، تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے نکل گئے۔ اگر مجھ میں ہمت ہوتی تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے بھاگتا اور انہیں روک کر پوچھتا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان سے اسلامی کا لفظ حذف کرنے والے آپ کون ہوتے ہیں؟۔'' (صفحہ ۷۱۹، ۷۲۰)

اس کے بعد جناب قدرت اللہ شہاب نے جو سطور لکھی ہیں وہ فی الواقعہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ مجھے تعجب ہوگا اگر کوئی ادیب آج بھی 'اسلامی جمہوریہ' کے دفاع میں اس سے زیادہ خوبصورت، پرتاثیر اور مؤثر انداز میں ایسی سطور لکھ سکے۔ مجھے یوں تو معلوم ہوتا ہے جیسے شہاب صاحب صرف میری ہی نہیں بلکہ اہل پاکستان کے جذبات کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دے گئے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک جیسے اشتراکی جو پاکستان کے آئین میں 'اسلامی' کا لفظ برداشت نہیں کرتے' کاش ان سطور میں بیان کردہ استدلال پر غور کرسکیں۔ شہاب موصوف کی وہ زندہ رہنے والی سطور ملاحظہ کیجئے......

''بڑے سوچ بچار کے بعد صبح کے قریب میں نے پریس ریلیز کو تیار نہ کیا بلکہ اس کی جگہ دوڈھائی صفحوں کا ایک نوٹ لکھا، جس کا لب لباب یہ تھا کہ پاکستان کو اسلام سے فرار ممکن نہیں۔ اس ملک کی تاریخ پرانی لیکن جغرافیہ نیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ریڈکلف لائن صرف اس وجہ سے کھینچی گئی تھی کہ ہم نے یہ خطۂ ارض اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اب اگر پاکستان سے اسلام کا نام الگ کر دیا گیا تو حد بندی کی یہ لائن معدوم ہو جائے گی۔ ہم پاکستانی اس وجہ سے بنے کہ ہم صرف مسلمان تھے۔ اگر افغانستانی، ایرانی، مصر، عراق اور ترکی اسلام کو خیرباد کہہ دیں تو پھر بھی افغانی، ایرانی، مصری، عراقی اور ترک ہی رہتے ہیں لیکن ہم اسلام کے نام سے راہ فرار اختیار کریں تو پاکستان کا الگ کوئی وجود قائم نہیں رہتا۔ اس لئے اسلام ہماری طبع نازک کو پسند خاطر ہو یا نہ ہو، اسلام ہماری طرزِ زندگی کو راس آئے، ذاتی طور پر ہم اسلام کی پابندی کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں، حقیقت بہرحال یہی ہے کہ اگر آخرت کے لئے نہیں تو اسی چند روزہ زندگی میں خودغرضی کے

طور پر، اپنے وطن کی سلامتی کے لئے، ہمیں اسلام کا ڈھول اپنے گلے میں ڈال کر برسر عام ڈنکے کی چوٹ پر بجانا ہی پڑے گا، خواہ اس کی دھمک ہمارے حسن سماعت پر کتنی گراں کیوں نہ گزرے۔ جمہوریہ پاکستان کے ساتھ 'اسلامک' کا لفظ لگانے سے اگر کسی کا ذہن قرونِ وسطیٰ کی طرف جاتا ہے تو جانے دیں۔ دوسروں کی جہالت کی وجہ سے اپنے آپ کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔ دوسرے دن اس نوٹ کے حوالے سے شہاب صاحب ایوب خان سے اپنی ملاقات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔'' وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے اور میرے ہاتھ میں لکھا ہوا نوٹ پڑھنے لگے۔ چند سطریں پڑھ کر چونکے اور پھر از سرنو پڑھنے لگے۔ جب ختم کر چکے تو کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر آہستہ سے بولے'' Yes You are right '' یہ فقرہ انہوں نے دوبارہ دہرایا اور نوٹ ہاتھ میں لئے کمرے سے چلے گئے۔ اس کے بعد اس موضوع پر پھر کسی سے کبھی کوئی بات نہ کی۔ چند روز کے بعد میں کچھ فائلیں لے کر صدر ایوب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی ڈاک دیکھ رہے تھے۔ ایک خط پڑھ کر بولے: '' کچھ لوگ مجھے لکھتے ہیں، کچھ لوگ ملنے بھی آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا بدل گئی ہے۔ اب ماڈرن ازم اور اسلام اکٹھے نہیں چل سکتے۔ میں ان سے کہتا ہوں: "Pakistan has no escape from Islam" ''پاکستان کو اسلام سے فرار ممکن نہیں!''

اسلام اور پاکستان لازم وملزوم ہیں، پاکستان اگر جسم ہے تو اسلامی نظریہ اس کی روح ہے۔ پاکستان کی اصل شناخت اس کا اسلامی ہونا ہے۔ غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان وغیرہ جیسے سیکولر آمروں کو پاکستان کی اصل شناخت مٹانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ آج اگر کسی دانشور کو علمائے دین سے کوئی بغض ہے، تو وہ ان سے اپنا حساب الگ سے چکائے۔ مولویوں کی آڑ میں اسلام یا پاکستان کے خلاف بدزبانی کو کروڑوں محب وطن پاکستانی ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اگر کوئی مغرب کی لادینی جمہوریت پر فریفتہ ہے اور وہاں کی مادر پدر آزادی کی حسرت میں مرا جا رہا ہے، اسے چاہئے کہ کسی مغربی ملک میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے، یہ ملک دین، اسلام کی بنیاد پر بنا تھا یہاں لادینیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ملک بغیر 'نظریئے' کے وجود نہیں رکھتا۔ لبرل جمہوریت ایک نظریہ ہے، مارکسزم ایک نظریہ ہے، سیکولرزم ایک نظریہ ہے، دین اسلام ایک نظریہ ہی نہیں، عظیم ترین خدائی نعمت اور الہیاتی نظام ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر ہی وجود میں آیا تھا اور ہمیشہ 'اسلامی' ہی رہے گا۔ (ان شاءاللہ)

دورِ جدید کی اعلیٰ فینسی ورائٹی کا مشہور مرکز

عمر فاروق ہارڈ ویئر پینٹس اینڈ مل سٹور

عمارتی وصنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل، گورنمنٹ کے منظور شدہ کنڈے، باٹ وپیمانہ جات

صدر بازار ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483